بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سائنسی منہاج اور جدید فکر

ڈاکٹر ابصار احمد
(شعبہ فلسفہ پنجاب یونیورسٹی ، لاہور)

اٹھارویں اور انیسویں صدی کی سائنس نے ایک مخصوص سائنسی منہاج کے تحت جب یہ دریافت کیا کہ کائنات میں علت اور معلول (CAUSE AND EFFECT) کا ایک نظام ہے۔ تو اس تعبیر کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس علم نے کائنات کی جو تصویر بنائی تھی وہ ایک حد درجہ محکم اور منظم کائنات کی تھی۔ اس میں یہ قیاس کیا گیا تھا کہ یہ ایک قسم کا مشینی نظام ہے جو اسباب و علل کے زور پر چل رہا ہے۔ اس علمی دریافت کو منکرین مذہب نے بھی ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کے نزدیک یہ دریافت خدا کا سائنسی بدل تھا۔ اگرچہ اس قانون کو دریافت کرنے والے سائنسدانوں کے لئے اس کے یہ معنی نہیں تھے۔ مثال کے طور پر نیوٹن نے کہا تھا کہ یہ خدا کا طریق کار ہے۔ خدا اسباب و علل کے ذریعے کائنات میں اپنی منشا کو ظاہر کرتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو سائنسی دریافتوں کی روشنی میں طبیعی فلسفہ کی تشکیل کر رہے تھے۔ انہوں نے اس کے اندر الحاد اور انکارِ مذہب کا ثبوت پا لیا۔ اور اس کی بنیاد پر ایک پورا نظامِ فکر بنا ڈالا۔ اس طرح وہ نظریہ وجود میں آیا جس کو "کائنات کی مشینی تعبیر" کہا جاتا ہے۔ مسلمہ طور پر یہ مان لیا گیا کہ کائنات کے تمام واقعات کسی خارجی مداخلت کے بغیر محض مادّی اسباب کے تحت واقع ہوتے ہیں، اور اس طرح پوری کائنات علت و معلول کی ایک مسلسل زنجیر میں بندھی ہوئی ہے۔ یہ انیسویں صدی عیسوی کا مسلمہ تھا۔ ۱۸۷۴ء میں چھپنے والے ایک انسائیکلوپیڈیا کے الفاظ ملاحظہ ہوں :

> "طبیعی فلاسفہ، کیمسٹری اور فزیالوجی کے ماہرین یقین رکھتے ہیں کہ ایک سبب سے ہمیشہ یکساں نتیجہ بر آمد ہوتا ہے، اور ایک مثال میں اگر یہ تصور کامیاب ہو تو ان کو اطمینان ہے کہ ہمیشہ یہی کامیابی حاصل ہوگی۔ اس لئے طبیعی علوم میں اب

© rasailojaraid.com

قانون تعلیل (LAW OF CAUSATION) کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں رہ گیا - اس باب میں اختلاف صرف مابعد الطبیعاتی فلسفہ میں پایا جاتا ہے "

(بحوالہ چیمبرز انسائیکلوپیڈیا جلد دوم صفحہ ۶۹۱)

اس اصول کو قدرت کا اساسی قانون مقرر کرنا اٹھارویں اور انیسویں صدی کا ایک بہت بڑا واقعہ تھا - چنانچہ یہ تحریک شروع ہوئی کہ تمام کائنات کو ایک مشین ثابت کیا جائے انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں یہ تحریک اپنے پورے عروج پر آگئی - یہ زمانہ ایسے سائنس دانوں کا تھا - جن کی دلی خواہش تھی کہ قدرت کے مشینی ماڈل بنائے جائیں اسی زمانہ میں ہیلم ہولٹز (HELM HOLTZ) نے کہا تھا کہ "تمام قدرتی سائنسوں کا آخری مقصد اپنے آپ کو میکانکس میں منتقل کر لینا ہے" اگرچہ اس اصول کے مطابق کائنات کے تمام مظاہر کی تشریح کرنے میں ابھی سائنس دانوں کو کامیابی نہیں ہوئی تھی، مگر ان کا یقین تھا کہ کائنات کی تشریح میکانکی پیرائے میں ہو سکتی ہے - وہ سمجھتے تھے کہ صرف تھوڑی سی کوشش کی ضرورت ہے اور بالآخر تمام عالم ایک مکمل چلتی ہوئی مشین ثابت ہو جائے گا -

کائنات کی یہ توجیہہ سائنس کی طرف سے پیش کی گئی تھی - مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اسقدر بودی اور کمزور توجیہہ تھی کہ خود سائنسدانوں کو بھی اس پر کبھی شرح صدر حاصل نہ ہو سکا - یہ توجیہہ اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ اسے نہیں معلوم کہ کائنات کو پہلی بار کس نے حرکت دی - مگر اس کے باوجود اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے کائنات کے محرک اوّل کو معلوم کر لیا ہے، اور اس محرک اوّل کا نام اس کے نزدیک "اتفاق" ہے - سوال یہ ہے کہ جب کائنات میں صرف غیر متحرک مادہ تھا اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی تو یہ عجیب وغریب قسم کا اتفاق کہاں سے وجود میں آگیا جس نے ساری کائنات کو حرکت دے دی جس واقعہ کے اسباب نہ مادہ کے اندر موجود تھے اور نہ مادہ کے باہر، وہ واقعہ وجود میں آیا تو کیسے ؟ اس توجیہہ کا یہ نہایت دلچسپ تضاد ہے کہ وہ ہر واقعہ سے پہلے ایک واقعہ کا موجود ہونا ضروری قرار دیتی ہے جو اپنے بعد ظاہر ہونے والے واقعے کا سبب بن سکے - مگر اس توجیہہ کی ابتداء ایک ایسے واقعے سے ہوتی ہے جس سے پہلے اسکا سبب

.com

موجود نہیں - یہی وہ بے بنیاد مفروضہ ہے جس پر کائنات کی اتفاقی تکوین کے نظریہ کی پوری عمارت کھڑی کر دی گئی ہے - پھر یہ کائنات اگر محض اتفاق سے وجود میں آئی ہے تو کیا واقعات لازمی طور پر وہی رُخ اختیار کرنے پر مجبور تھے جو انہوں نے اختیار کیا - اسکے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا تھا - کیا ایسا ممکن نہیں تھا کہ ستارے آپس میں ٹکرا کر تباہ ہو جائیں - مادہ میں حرکت پیدا ہونے کے بعد کیا یہ ضروری تھا کہ یہ محض حرکت نہ رہے بلکہ ارتقائی حرکت بن جائے، اور حیرت انگیز تسلسل کے ساتھ موجودہ کائنات کو وجود میں لانے کے لئے سعی شروع کردے - آخر وہ کون سی منطق تھی جس نے ستاروں کے وجود میں آتے ہی ان کو لامتناہی خلا میں نہایت باقاعدگی کے ساتھ پھرانا شروع کر دیا - پھر وہ کون سی منطق تھی - جس نے کائنات کے ایک بعید ترین گوشے میں نظام شمسی کو وجود بخشا - پھر وہ کیا وجہ تھی جس سے ہمارے کرۂ زمین پر وہ عجیب وغریب تبدیلیاں ہوئیں، جن کی بدولت یہاں زندگی کا قیام ممکن ہو سکا - اور جن تبدیلیوں کا سراغ آجتک کائنات کی بے شمار دنیاؤں میں کسی ایک دنیا میں معلوم نہیں کیا جا سکا - پھر وہ کون سی منطق تھی جو ایک خاص مرحلہ پر بے جان مادّہ سے جاندار اور نامیاتی مخلوق پیدا کرنے کا سبب بن گئی - کیا اس بات کی کوئی معقول توجیہہ کی جا سکتی ہے کہ زمین پر زندگی کس طرح اور کیوں وجود میں آئی اور کس قانون کے تحت مسلسل پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے -

ان تمام سوالات کے جواب کے لئے اصول تعلیل (LAW OF CAUSATION) پیش کیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ حرکت اوّل کے بعد کائنات میں علّت اور معلول کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو گیا کہ ایک کے بعد ایک تمام واقعات پیش آتے چلے جا رہے ہیں بالکل اسی طرح جیسے بچے بہت سی اینٹیں کھڑی کر کے کنارے کی ایک اینٹ گرا دیتے ہیں - تو اس کے بعد کی تمام اینٹیں خودبخود گرتی چلی جاتی ہیں - جو واقعہ ظہور میں آتا ہے اس کا سبب کائنات کے باہر کہیں موجود نہیں ہے بلکہ ناقابل تسخیر قوانین کے تحت حالات ماقبل کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے، اور یہ سابقہ حالات بھی اپنے سے پہلے واقعات کا لازمی نتیجہ تھے - اس طرح کائنات میں علّت ومعلول کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم ہو گیا ہے حتیٰ کہ جس صورت میں تاریخ عالم کا آنا ہوا، اس نے آئندہ سلسلہ واقعات کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے - جب ابتدائی صورت ایک بار متعین ہو گئی تو قدرت صرف ایک ہی طریق سے منزل مقصود تک

© rasailojaraid.com

پہنچ سکتی تھی - گویا جس روز کائنات وجود میں آئی اس کی مستقل تاریخ بھی اسی دن متعین ہو چکی ہے -

ان سائنسی تصوّرات کا انسانی زندگی اور اسکے حقائق سے تعلق بالکل ظاہر تھا - اصول تعلیل کی ہر کامیاب میکانکی تشریح نے اختیار انسانی پر یقین کرنا محال بنا دیا - کیونکہ اگر یہ اصول تمام قدرت پر حاوی ہے تو انسانی زندگی اس سے کیونکر مستثنیٰ ہو سکتی ہے - اس طرز فکر کے نتیجے میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کے میکانکی فلسفے وجود میں آئے - جب یہ دریافت ہوا کہ جاندار خلیہ (LIVING CELL) بھی بے جان مادّہ کی طرح محض کیمیاوی جوہروں سے بنا ہے تو فوراً سوال پیدا ہوا کہ وہ خاص اجزا جن سے ہمارے جسم و دماغ بنے ہوئے ہیں کیونکر تعلیل کے دائرہ سے باہر ہو سکتے ہیں - چنانچہ یہ گمان کیا گیا بلکہ بڑے جوش کے ساتھ دعویٰ کر دیا گیا کہ زندگی بھی ایک خالص مشین ہے - یہاں تک کہا گیا کہ نیوٹن، باخ مائیکل انجلو اور دیگر انسانوں کے دماغ چھاپنے والی مشین سے صرف پیچیدگی میں مختلف تھے اور ان کا کام محض یہ تھا کہ بیرونی محرکات کا مکمل جواب دیں -

مگر واقعہ یہ ہے کہ ان مفکرین کی یہ جوشیلی کیفیت زیادہ دیر باقی نہیں رہی - کیونکہ بیسویں صدی کے آغاز ہی میں سائنس کے علم میں ایسے بہت سے حقائق آئے جو کسی طرح مشینی تعبیر کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے - مثال کے طور پر ریڈیم ایک تابکار (RADIO ACTIVE) عنصر ہے اس کے الکٹران خود بخود فطری عمل کے تحت مسلسل ٹوٹتے رہتے ہیں - یہ معلوم کرنے کے لئے بے شمار تجربے کئے گئے کہ اس تابکاری کا سبب کیا ہے - اسی طرح مثال کے طور پر مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے - اس کی توجیہہ میں سائنس نے بہت سے نظریات قائم کئے ہیں - مگر ایک سائنسدان ان کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سچی بات یہ ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ مقناطیس کیوں لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے" "شاید اس لئے کہ اس کے خالق نے اس کو یہی حکم دیا ہے -"

یہ صرف ریڈیم اور مقناطیس کی بات نہیں ہے - گہرے تجزیے نے بتایا ہے کہ ماضی میں جن باتوں کو کسی واقعہ کا سبب مان لیا گیا تھا وہ بھی اصل واقعہ کا محض سطحی مطالعہ تھا - حقیقت یہ ہے کہ ہمیں کسی بھی واقعہ کے بارے میں معلوم نہیں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے - حتیٰ کہ ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم رات کو سوتے ہیں تو ہمیں نیند کیوں آتی ہے - طویل بحث مباحثہ

.com

کے بعد اب سائنس کی دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ قانون تعلیل ان معنوں میں کوئی مطلق حقیقت نہیں ہے جیسا کہ انیسویں صدی میں فرض کر لیا گیا تھا۔ علم کا مسافر دوبارہ لوٹ کر وہیں پہنچ گیا ہے جہاں وہ پہلے تھا۔ چنانچہ اب سائنسدانوں کی کثیر تعداد اس حقیقت کا اقرار کر رہی ہے کہ اس دُنیا کا نظام محض اتفاقی طور پر وجود میں آنے والے کسی علّت و معلول کے قانون کے تحت نہیں چل رہا ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک شعوری ذہن ہے جو بلا ارادہ اس کو چلا رہا ہے۔

جدید سائنس پچھلی صدی میں رائج سخت اور غیر معتدل قسم کے اُصول علت کی قائل نہیں رہی ہے۔ مثلاً نظریہ اضافیت (RELATIVITY THEORY) اصول تعلیل کو دھوکے کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے (ILLUSION)۔ انیسویں صدی کے آواخر ہی میں سائنس پر واضح ہو گیا تھا کہ کائنات کے بہت سے مظاہر، بالخصوص روشنی، قوت کشش، زندہ افراد کی حرکات، وغیرہ میکانکی تشریح کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیتے ہیں۔ قدیم سائنس نے بڑے وثوق کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ قدرت صرف ایک ہی راستہ اختیار کر سکتی ہے جو روز اوّل سے علّت اور معلول کی مسلسل کڑی کے مطابق ابد تک کے لئے معین ہو چکا ہے۔ مگر بالآخر سائنس کو خود یہ تسلیم کرنا پڑا کہ کائنات کا ماضی اس قدر اٹل طور پر اس کے مستقبل کا سبب نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے خیال کیا جاتا تھا۔ موجودہ معلومات کی روشنی میں سائنسدانوں کی ایک بڑی اکثریت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علم کا دریا ہمیں ایک غیر میکانکی حقیقت (NON-MECHANICAL REALITY) کی طرف لئے جا رہا ہے۔ مارٹن وائٹ (MORTON WHITE) کے الفاظ میں "بیسویں صدی میں فلسفیانہ ذہن رکھنے والے سائنسدانوں نے ایک نئی جنگ کا آغاز کر دیا ہے جس میں وہائٹ ہیڈ، ایڈنگٹن اور جیمز جینز کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔" ان علماء کا فکر صریح طور پر کائنات کی مادّی تعبیر کی نفی کرتا ہے۔ مگر ان کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے خود جدید طبیعیات اور ریاضیات کے نتائج کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے بارے میں وہی الفاظ صحیح ہیں جو مارٹن وائٹ نے وہائٹ ہیڈ کے متعلق لکھے ہیں "یعنی وہ ایک بلند ہمت مفکر ہے جس نے مادّہ پرستی کے شیروں کو ان کے بھٹ میں للکارا ہے۔"

انگریز ماہر ریاضیات اور فلسفی الفریڈ وہائٹ ہیڈ (1947 1861)

© rasailojaraid.com

کے نزدیک جدید معلومات یہ ثابت کرتی ہیں کہ "فطرت بے روح مادہ نہیں، بلکہ زندہ فطرت ہے"۔ انگریز ماہر فلکیات سر آرتھر ایڈنگٹن (1944–1882) نے موجودہ سائنس کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "کائنات کا مادہ ایک ذہنی شے ہے"۔ ریاضیاتی طبیعیات کا انگریز عالم سر جیمز جینز (1946–1877) جدید تحقیقات کی تعبیر ان الفاظ میں کرتا ہے "کائنات، مادی کائنات نہیں بلکہ تصوراتی کائنات ہے"۔ یہ انتہائی مستند سائنسدانوں کے خیالات ہیں جن کا خلاصہ جے ڈبلیو، این سلیوین کے الفاظ میں یہ ہے کہ "کائنات کی آخری ماہیت ذہن ہے"۔ اس نے اپنی تصنیف میں لکھا ہے کہ موجودہ صدی میں سائنس میں ایک عظیم تبدیلی رونما ہوئی ہے اس تبدیلی کا اہم ترین پہلو یہ نہیں ہے کہ تمدنی ترقی کے لئے زیادہ طاقت حاصل ہو گئی ہے بلکہ وہ تبدیلی ہے جو اس کی مابعد الطبیعاتی بنیادوں میں واقع ہوئی ہے۔ اسی طرح جیمز جینز کے الفاظ میں "جدید طبیعیات کی روشنی میں کائنات مادی تشریح کو قبول نہیں کرتی، اور اس کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ وہ اب محض ایک ذہنی تصور ہے۔ یعنی جب کائنات ایک تصوراتی کائنات ہے تو اس کی تخلیق بھی ایک تصوراتی عمل سے ہونی چاہیئے۔ وہ کہتا ہے کہ مادہ کو امواج برق سے تعبیر کرنے کا جدید نظریہ انسانی تخیل کے لئے بالکل ناقابل ادراک ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لہریں محض امکان کی لہریں ہوں جن کا کوئی وجود نہ ہو۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے وجوہ سے جیمز جینز اس نتیجہ تک پہنچا ہے کہ کائنات کی حقیقت مادہ نہیں بلکہ تصور ہے وہ مکمل طور پر ریاضیاتی ڈھانچہ ہے۔ یہ تصور کہاں واقع ہے؟ اس کا جواب اس کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ایک عظیم ریاضیاتی مفکر ——— (MATHEMATICAL THINKER) کے ذہن میں ہے۔

گزشتہ صدی میں سائنس اور سائنٹفک منہاج کے علمبرداروں کا خیال تھا کہ یہ منہاج ان کے لئے ہر عقدے اور ہر مسئلے کے حل میں ممد ہو گا۔ چنانچہ ان کا خیال تھا کہ سائنس کی ترقی لامحدود ہے اور اس کے ذریعے انسان ایک آئیڈیل معاشرہ اور پُرسکون زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن موجودہ صدی کے وسط میں دنیائے عظیم دانشوروں اور سائنسدانوں نے اقرار کر لیا ہے کہ یہ سب خوش فہمی تھی۔ سائنس ... ٹیکنالوجی ... پروگریس ... اقتصادی ترقی ... ڈیولپمنٹ ... اور جدیدیت پر مشتمل جو لائحہ عمل مغربی فلاسفر اور اہل دانش نے اپنے لئے تجویز کیا تھا اور جس کے بارے میں وہ سمجھتے تھے کہ اس طرح وہ

.com

ذہنی سکون امن اور چین و آشتی حاصل کر سکیں گے، اب بہت سے اہل عقل و بصیرت کو دعوت فکر دے رہا ہے اور انکی سوچ میں ایک بنیادی تبدیلی کا متقاضی ہے۔ میں اس ضمن میں بہت سے شواہد پیش کر سکتا ہوں۔ لیکن جگہ کی کمی کے باعث صرف ایک حوالے پر اکتفا کروں گا۔ تہذیب و تمدّن اور ٹیکنالوجی کے ربط و تعلق کے موضوع پر عمر بھر ریسرچ کرنے کے بعد مشہور امریکی سوشل نقاد لوئس ممفرڈ جس نتیجہ پر پہنچا وہ درج ذیل ہے۔

"Nothing less than a profound reorientation of vaunted technological 'way of life' will save the planet from becoming a lifeless desert."

سائنسی منہاج کی خامیوں کی طرف فرانسیسی مائیکرو بائیولوجسٹ رینے ڈوبو اور فرانس ہی کے ماہر اجتماعیات ژاک ایلل نے بھی زور دار علمی انداز میں نشاندھی کی ہے۔ ان تمام مفکرین کا خیال ہے کہ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ طبیعی علوم اور سائنٹفک منہاج کو دوبارہ مابعد الطبیعیات سے مربوط کیا جائے۔ پچھلی صدی کے سائنٹفک منہاج اور اس پر قائم شدہ علمیاتی نظریات میں اقدار، مذہبی جذبات اور مابعد الطبیعاتی افکار کو بالکل فرسودہ اور غیر متعلق تصور کیا گیا تھا۔ لیکن منہاجیات کے موضوع پر گزشتہ دس پندرہ سالوں کے دوران جو اہم مقالات لکھے گئے ہیں، ان میں گزشتہ صدی کا رائج وحدانی اور لاقدری (VALUE-FREE) قسم کا منہاج شدید تنقید کا نشانہ بنا ہے۔ ان جدید مفکرین کا خیال ہے کہ علم کے منہاج وسیع النظری کے ساتھ کسی سوسائٹی کے تہذیبی اور دینی خیالات کو استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیئے۔ ان مفکرین میں پال فیرابنڈ، اوپن ہائمر، شروڈنگر اور فرتھ جوف کاپرا کے نام سر فہرست آتے ہیں۔ پال فیرابنڈ (PAUL FEYERABEND) کی تصنیف کا ٹائٹل ہی "AGAINST METHOD" ہے۔ بڑا معنی خیز اور اہم ہے۔ گزشتہ دو صدیوں سے رائج سائنٹفک منہاج پر سخت تنقید کرتے ہوئے اس نے ایک طرح کی "انتشار پسند علمی منہاج (ANARCHISTIC THEORY OF KNOWLEDGE) کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ صرف اس قسم کی علمیاتی انارکی کا منہاج ہمیں ماڈرن سائنس اور ٹیکنالوجی کے مسائل سے نجات دلا سکتا ہے۔ اور جدید معاشرے کے مسائل زیادہ بہتر طور پر حل کرنے کی راہیں سمجھا سکتا ہے۔ اس نے بالخصوص سائنس کو لوگوں اور تہذیبوں کے دینی اور مابعد الطبیعاتی عقائد سے ہم آہنگ کرنے کی اہمیت پر زور دیا ہے۔ اب

© rasailojaraid.co

یہ برملا بیانات پر تسلیم کیا جا رہا ہے کہ مغربی سائنس، اس کی مادّہ پرستانہ تہذیب اور اس کے ملحدانہ علمی منہاج نے انسانیت کے قافلے کو ذہنی امن و سکون اور صحتمند ترقی کی بجائے الٹا نقصان پہنچایا ہے اور تباہی کی طرف دھکیلا ہے۔ یورپ کے بعد اب امریکہ کے بعض دانشور بھی 'جدیدیت'، اور سائنٹفک ترقی' جیسے تصورات کی محدودیت اور نقائص کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ ترقی اور ڈویلپمنٹ کے دو مرکزی خیالات کو کھلے طور پر چیلنج کیا جا رہا ہے: اولاً، یہ کہ صرف مادّی ساز و سامان اور مصنوعات کے انبار ہی انسان کیلئے قابل فخر سرمایہ نہیں ہیں۔ ثانیاً، یہ کہ ہم کسی سوسائٹی کے اصل مقام کا تعین اس کی مادّی اور اقتصادی ترقی کے حوالے سے نہیں کر سکتے۔ یہ چیزیں تو اکثر و بیشتر سوسائٹی اور تہذیب کی ان مخصوص بنیادی اساسات کو منہدم کر دیتی ہیں جن کے بل پر اُن کا اپنا تشخص قائم ہے۔ چنانچہ مغربی دنیا میں اب چوٹی کے ماہرین اقتصادیات اور منصوبہ بندی کے علماء "ZERO-GROWTH MOVEMENT" کو مثبت خیر کے طور پر پیش کر رہے ہیں ان کے خیال میں اب انسانیت کو مادّی ترقی کی بجائے رُوحانی اقدار اور تہذیبی تشخص اور معانی کے تحفّظ کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔

سطور بالا کی روشنی میں بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائنس کو ایک ایسا عفریت جو انسانیت کو نگلنے کے درپے ہے، پنپنے سے صرف اسی صورت روکا جا سکتا ہے کہ عالمی سطح پر اہل عقل و دانش اور اہل سائنس مل کر جدید سائنٹفک علوم اور سائنسی منہاج کو ایک انسانیت نواز چہرہ دینے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں وقت کا اہم تقاضا یہ ہے کہ طبیعی علوم بالخصوص فزکس اور مابعد الطبیعات دونوں کو ایک وحدت کے طور پر دیکھا جائے۔ علم اور اقدار کی تفریق کو ختم کر کے انہیں دوبارہ باہم دگر لازم و ملزوم سمجھا جائے۔ صرف اسی طور ہی جدید انسان کے نفسیاتی اور رُوحانی عوارض کا مداوا ممکن ہے۔

.com